دعوتِ دین کے قرآنی مناہج

اُسوۂ ابراہیم علیہ السلام کی روشنی میں

عاصم نعیم امیراللہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ اور عظیم نبی تھے جن کا تذکرہ قرآن حکیم کی پچیس (۲۵) سورتوں میں مختلف مقامات پر ستر(۷۰) سے زائد مرتبہ آیا ہے اور انہیں اللہ رب العزت نے خلیل اللّٰہ (النساء : ۱۲۵)' اِمَامُ النَّاس (البقرۃ : ۱۲۴)' مُتَمِّم الابتلاء (البقرۃ : ۱۲۴)' یکے از اولی الایدی والابصار (ص : ۴۵)' لَحَلِیْمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیْبٌ (ھود : ۷۵)' مصطفی الاخیار (ص : ۴۷)' بری ءٌ من الشرک (الزخرف : ۲۶۔۲۷)' صاحبُ قلبٍ سلیمٍ (الصافات : ۸۴)' صاحبُ لسانِ صدقٍ (مریم : ۵۰)' اُمَّۃً قَانِتًا (النحل : ۲۰)' صِدِّیقًا نَبِیًّا (مریم : ۴۱) اور حَنِیفًا مُّسلِمًا (آل عمران : ۶۷) جیسے القابات سے نوازا ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتی زندگی کے تمام پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے گی یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعوت توحید میں دلائل و براہین کو جس حسن و خوبی سے پیش کیا' آپ نے مشرک قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے جن جن طریقوں کو آزمایا اور آپ کو اس دعوۃ وارشاد کے سلسلے میں جن مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا' ان سب کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

قرآن حکیم میں لگ بھگ نو مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اور آپؑ کی پیغمبرانہ جِدّوجُہد کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ [۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے مذہبی حالات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت حضرت نوح علیہ السلام سے تقریباً نو سو (۹۰۰) سال بعد [۲] ہوئی۔ آپ کے دور میں بُت پرستی اور مظاہر پرستی عام تھی' حتیٰ کہ لوگ بادشاہ کے سامنے بھی سجدہ ریز ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اُر (UR) شہر میں ہوئی۔ اُر کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں۔ ملک کے مختلف شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک خاص محافظ خدا ہوتا تھا جو رَبّ البلد یا مہادیو سمجھا جاتا تھا۔ اُر (UR) کا رَبّ البلد "ننار" (چاند دیوتا) تھا۔ دوسرا بڑا شہر "لرسہ" تھا۔ اس کا رَبّ البلد "شماش" (سورج دیوتا) تھا۔ ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے چھوٹے خدا بھی تھے جو زیادہ تر آسمان' ستاروں اور سیاروں میں سے تھے۔ ان دیوتاؤں اور دیویوں کی شبیہیں بتوں کی شکل میں بنائی گئی تھیں اور تمام مراسم عبادت انہی کے آگے بجالائے جاتے تھے۔ ہر شہر میں چھوٹے بڑے مندر تھے جہاں بُت رکھے ہوتے تھے۔ لوگ ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے اور ان سے اپنی مرادیں طلب کرتے۔ (۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بُتوں سے اظہارِ بیزاری

حضرت ابراہیم علیہ السلام قلب سلیم کے مالک تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رُشد وہدایت عطا فرمائی تھی :

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

(الانبیاء : ۵۱)

"اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی ہوش مندی بخشی تھی اور ہم اس کو خوب جانتے تھے"۔

آپ یہ یقین رکھتے تھے کہ بُت نہ سن سکتے ہیں' نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ نفع ونقصان کا اُن سے کوئی واسطہ ہے' جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے :

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۝ ﴾ (مریم : ۴۲)

سید ابوالحسن علی ندوی نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے :

وَكَانَ اِبْرَاهِيْمَ يَعْرِفُ اَنَّ الْاَصْنَامَ حِجَارَةٌ وَكَانَ يَعْرِفُ اَنَّ الْاَصْنَامَ لَا تَتَكَلَّمُ وَلَا تَسْمَعُ وَكَانَ يَعْرِفُ اَنَّ الْاَصْنَامَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ. (۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح وشام اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ان بے جان مورتیوں کو

میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک' کان' آنکھیں اور جسم تراش لیتا ہے اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے' تو کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں یا خدا کے ہمسر و مثیل کہے جا سکتے ہیں؟(۵)

اپنے باپ کو دعوتِ توحید

حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ شرک کا سب سے بڑا مرکز خود ان کے اپنے گھر میں قائم ہے اور آزر کی بت پرستی اور بت سازی پوری قوم کے لئے مرجع و محور بنی ہوئی ہے۔ اس لئے فطرت کا تقاضا ہے کہ دعوتِ حق اور پیغامِ صداقت کے اداءِ فرض کی ابتدا گھر ہی سے ہونی چاہئے۔ اس لئے آپ نے سب سے پہلے اپنے قریب ترین فرد اپنے والد آزر کو ہی مخاطب فرمایا :

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا○ یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا○ یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا○ ﴾ (مریم : ۴۲-۴۴)

"جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا : اے ابا جان! آپ کیوں ان (بتوں) کی عبادت کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں نہ کچھ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اے ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ اس لئے آپ میری پیروی کیجئے' میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے ابا جان! شیطان کی پوجا مت کیجئے' بے شک شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔"

اندازِ دعوت اور اس کے خصائص

اس اندازِ دعوت میں تین اُمور واضح طور پر نظر آتے ہیں :

۱۔ پدرانہ شفقت کے جذبے کو اُبھارنا : "یٰاَبَتِ" کے طرزِ خطاب پر غور فرمایئے' "اے میرے باپ یا اے میرے ابا جان"۔ اس اندازِ خطاب میں بیٹے کی سعادت مندی' محبّت اور فروتنی پوری طرح نمایاں ہے۔ اگر آپؑ اپنے والد کو' جو معبد کے پروہت بھی تھے' "اے کاہن بزرگ! سنئے" کہتے تو اور ہی بات ہوتی' مگر آپؑ نے فرمایا : میرے ابا

جان! اور سمجھ بوجھ کر قصداً انہوں نے یہ انداز اختیار فرمایا تھا کہ ان کی بات دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے اور پدرانہ محبّت دل کے دروازے کھول دے۔ ایک داعی و مبلغ جسے "حکمت" کی نعمت ملی ہے کبھی اس پہلو کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اس پہلو کو نظرانداز کرے گا تو خود اپنی ذات کو بھی نقصان پہنچائے گا اور دعوت کو بھی (٦)۔

۲۔ دلائل کا حسن انتخاب : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے گفتگو کے وقت منطقی گرفت سے کام نہیں لیا اور نہ ہی ایسی باتیں کہیں جنہیں صرف بڑے ذہین لوگ سمجھ سکیں، بلکہ روزمرہ کی عام فہم گفتگو کی کہ ابا جان! آپ کیوں ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ سنتی ہے نہ کسی کے کام آسکتی ہے؟ پھر فرمایا کہ مجھ پر وہ حقیقت آشکارا ہو گئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں۔ لہٰذا آپ میری پیروی کیجئے، میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ آزر کے ذہن میں یہ خیال گزرا ہو کہ کل کا لڑکا مجھ جیسے تجربہ کار، دانشور کو نصیحت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ آپ نے یہ فرما کر اس کا بھی ازالہ کر دیا کہ اگرچہ آپ عمر میں بڑے ہیں، میرے بزرگ اور میرے لئے محترم ہیں لیکن توحید، رسالت، حشر و معاد کے پیچیدہ مسائل پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہی بخشی ہے اس سے آپ بہرہ ور نہیں۔ اِسی لئے تو آپ غلطاں و پیچاں ہیں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ خداداد علم کی روشنی سے آپ کے قلب و دماغ کے تاریک گوشوں کو منور کروں تاکہ آپ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے نہ پھریں۔ (٧)

۳۔ شیطان کی پیروی نہ کرنے کی دلیل : آپ نے فرمایا: ابا جان! شیطان کی پرستش نہ کیجئے۔ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ ان آیات میں سے ہر آیت اپنے اندر بڑی گہرائی اور گیرائی رکھتی ہے۔ معانی و حکمت کے خزانے ان کے اندر بند ہیں۔ آپؑ نے شیطان کا نام تو لیا مگر اس کی ماہیت پر گفتگو نہیں کی اور کوئی علمی باتیں نہیں کیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے والد گہری اور نازک قسم کی باتیں نہیں سمجھ سکیں گے۔

والد کا جواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ہر لفظ محبّت و احترام کی خوشبو سے مہک رہا ہے، لیکن آزر کا جواب درشتی اور بے مہری کا آئینہ دار ہے۔

﴿ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

وَاهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ۞ ﴾ (مریم : ۴۶)

"کیاتو میرے خداؤں سے روگردانی کرنے والا ہے اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو میری نظروں سے دور ہو جا۔"

آزر نے "یٰاَبَتِ" کے جواب میں "یٰبُنَیَّ" (اے میرے بیٹے) نہیں کہا بلکہ نام لیا۔ وہ بھی ابتدائے کلام میں نہیں بلکہ آخر کلام میں۔ علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدلل دعوت کے جواب میں کوئی معقول بات پیش نہیں کی جا رہی بلکہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور آنکھوں سے دور ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔(۸)

آزر کی سخت کلامی کا جواب نرم وشیریں لہجے میں

آزر کی اس سخت کلامی کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انداز حسب سابق نرم اور مؤدبانہ تھا۔ فرمایا :

﴿ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡکَ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَکَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِیۡ حَفِیًّا ۞ ﴾

(مریم : ۴۷)

"ابراہیم نے) کہا: سلام ہے آپ کو' (اگرچہ آپ نے میری نصیحت قبول نہیں کی لیکن) میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی ہدایت و مغفرت کے لئے عرض کرتا رہوں گا' بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے۔"

شیریں گفتاری ہر اچھے داعی کا خاصہ ہوتی ہے۔ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دعوتِ توحید کے لئے فرعون کے پاس جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا :

﴿ فَقُوۡلَا لَہٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی ۞ ﴾ (طٰہٰ : ۴۴)

"پس اُس کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے"۔

قوم کو فطرتِ انسانی اور حقائق کی بنیاد پر دعوت

ایک انداز بیان وہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو مخاطب کرتے وقت اختیار کیا تھا اور اب یہ دوسرا اندازِ بیان ہے جو آپؑ نے قوم سے گفتگو کے وقت اختیار فرمایا۔ قرآن حکیم کے مطابق آپ نے فرمایا :

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ○ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ○ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ○ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ○ ﴾ (الشعراء : ۷۰ تا ۷۳)

"جب اُس (ابراہیمؑ) نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کی پوجا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم بُتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں کچھ فائدہ دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ فراست اور حکیمانہ بالغ نظری کا اندازہ کیجئے' انہوں نے اپنی قوم کے معبودان باطل کی کوئی ہجو نہیں کی اور نہ ان کو برے القاب سے یاد کیا' مبادا ایسا کہنے سے ان کے مخالف بھڑ جاتے اور ان کی بات بھی نہ سنتے۔

علاوہ ازیں یہاں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نہ منطقی دلائل سے کام لیا نہ فلسفیانہ موشگافیاں بیان کیں بلکہ صرف یہ سوال کیا کہ آیا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ کیونکہ انسانی زندگی زیادہ تر انہی دو بنیادوں پر قائم ہے۔[(۹)]

مخاطب کی مدافعانہ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا

ابراہیم علیہ السلام نے افہام و تفہیم کا بہت پیارا اسلوب اختیار فرمایا کہ انہی سے ان کے معبودوں کی بے بسی کا اعتراف کرایا۔ جب وہ ان باتوں کا انکار نہ کر سکے تو یہ کہہ کر اپنا دفاع کرنے لگے :

﴿ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ○ ﴾ (الشعراء : ۷۴)

"انہوں نے جواب دیا : نہیں' بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔"

آپؑ نے محبت بھرے اسلوب میں انہیں سمجھایا کہ بے جا ضد اچھی نہیں۔ اندھی تقلید کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ تم دنیاوی معاملات میں تو عقل و فہم استعمال کرتے ہو لیکن زندگی کے اس بنیادی مسئلہ میں کیوں سوچ کا چراغ گل کر دیتے ہو۔ اب تم نے اپنی آنکھوں سے اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے جھوٹے معبودوں کی بے بسی کو

دیکھ لیا۔

﴿ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ ﴾

(الشعراء : ۷۵'۷۶)

"ابراہیم نے کہا : کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) دیکھا بھی ہے کہ تم کن چیزوں کی بندگی بجالاتے ہو؟ تم بھی اور تمہارے پچھلے باپ دادا بھی؟"

معبودانِ باطل کی بے بسی کے ساتھ معبودِ برحق کی صفات کا تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی سلبی صفات کا تذکرہ کیا لیکن مختصراً ــــــ اور جب بات اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفات کی آئی تو اس میں وسعت و فراخ دامنی سے کام لیا۔ آپ نے ان کو ربّ العالمین کی شان ربوبیت کے مختلف مظاہر کی طرف، جن میں سے کسی ایک پر بھی ان کے بت قادر نہیں ہیں، توجہ مبذول کرائی۔

﴿ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ﴾

(الشعراء : ۷۷تا۸۲)

"وہ (بت) میرے دشمن ہیں، لیکن خدائے ربّ العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا"۔

تبلیغ حق کی ایک اور صورت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ اب مجھے رشد و ہدایت کا ایسا پہلو اختیار کرنا چاہئے جس سے عام لوگوں کو بھی مشاہدہ ہو جائے کہ واقعی ہمارے دیوتا صرف لکڑی اور پتھروں کی مورتیاں ہیں اور یہ کسی کی بات نہیں سنتے۔ حسن اتفاق سے قوم کا مذہبی میلہ آگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شرکت کی دعوت دی گئی تو آپ نے فرمایا ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم توہم پرست بھی تھی اس لئے کہنے لگے

کہ کسی ستارے کا اثر ہے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ بہترین وقت ہے کہ اپنے ارادے کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ وہ بت کدے گئے۔ بتوں کے سامنے انواع واقسام کے کھانے رکھے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم انہیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اور تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی ہیں؟ پھر ان پر کلہاڑے کے پے در پے وار کرنے لگے۔ قرآن حکیم میں اس کا تذکرہ کچھ یوں ہے:

﴿ فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ○ ﴾ (الصافات: ۹۱ تا ۹۳)

جب لوگ مذہبی میلے سے واپس آئے اور اظہار تشکر کے لئے بت کدے گئے تو وہاں پر اور ہی منظر پایا۔ کسی بت کا ہاتھ نہیں تھا، کسی کا پاؤں نہ تھا، کسی کا سر غائب اور کسی کی ناک ندارد۔ ایک دوسرے سے پریشانی کے عالم میں کہنے لگے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس نے کیا ہے۔ یقیناً یہ کوئی ظالم شخص ہی ہے:

﴿ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (الانبیاء: ۵۹)

بتوں کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کا رویہ ہر خاص وعام کو معلوم تھا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ابراہیم کے سوا یہ حرکت کوئی نہیں کر سکتا۔

﴿ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ○ ﴾ (الانبیاء: ۶۰)

"ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیم ہے۔"

قوم کے غلط عقائد پر آپؑ کا بھرپور وار

وہ منہ لٹکائے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

﴿ ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ ﴾ (الانبیاء: ۶۲)

"کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم؟"

آپ نے اسی مقصد کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ فرمایا:

﴿ ... بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ ﴾

(الانبیاء: ۶۳)

"بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی، انہی سے پوچھ لو، اگر ان میں

بولنے کی سکت ہے تو؟"

اس پر وہ نہایت شرمساری سے کہنے لگے کہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ سنتے نہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دلیل کامیاب ہوئی، فرمایا :

﴿ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الانبیاء : ٦٦، ٦٧)

"پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟"

سورۂ صافات میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں :

﴿ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

(الصافات : ٩٥، ٩٦)

"ابراہیمؑ نے کہا : کیا تم خود تراشیدہ (بتوں) کی پوجا کرتے ہو جبکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور نصیحت کا اثر تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ تمام قوم اپنے باطل عقیدے سے تائب ہو کر ملت حنیفی کو اختیار کر لیتی مگر اس کے برعکس ان سب نے ابراہیم علیہ السلام کی عداوت و دشمنی کا نعرہ بلند کر دیا۔ تجویز ہوئی کہ آگ جلاؤ، جب وہ خوب بھڑک اٹھے تو ابراہیم کو اس میں پھینک دو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حسنِ تدبیر سے ان کے اس منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔ (١٠)

مظاہر فطرت کی عبودیت کا بطلان

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ کواکب پرستی کے شرک میں بھی مبتلا تھی۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اجرامِ فلکی بھی رزق، نفع، ضرر، قحط سالی اور بارش وغیرہ کا سبب ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کی خوشنودی ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مظاہر فطرت کی معبودیت کو بھی دلائل و براہین قاطعہ سے رد کیا۔ اس ضمن میں آپ کے خوبصورت دلائل کا تذکرہ سورۂ انعام کی آیات ٧٦ تا ٨٠ میں موجود ہے۔

قوم کا جھگڑا اور ابراہیمی حُجّت

قوم آپؑ سے جھگڑنے لگی کہ سورج' چاند' تارے خدا نہیں تو پھر کون خدا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے خداوندِ برحق کی صفات بتائیں تو وہ آپ کے سامنے لاجواب ہو گئے۔ لیکن وہ آپؑ سے جھگڑنے سے باز نہ آئے اور کہنے لگے : اے ابراہیم! تم ہمارے خداؤں کی ہتک سے باز آجاؤ ورنہ ان کے غضب کا شکار ہو جاؤ گے اور پھر تمہیں رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ آپؑ نے فرمایا : مجھے ایسی دھمکیاں کیوں دیتے ہو؟ اپنے خداؤں سے کہہ دو کہ میرا جو بگاڑ سکتے ہیں بگاڑ لیں! مجھے ان سے ذرہ برابر اندیشہ نہیں۔ ہاں اگر میرا رب مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کر دے تو مجھے مجالِ دم زدن نہیں۔ اس مکالے کا تذکرہ سورۂ انعام (آیات ۸۱'۸۲) میں موجود ہے۔

بادشاہ کو دعوتِ توحید

اس زمانے میں عراق کے بادشاہ "نمرود" کا لقب اختیار کرتے تھے۔ اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہیں تھے بلکہ خود ان کے رب اور مالک کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح ان کو معبود مانتی تھی۔ نمرود کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان سرگرمیوں کا علم ہوا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے آپ کی دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں کو روکنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا اور قرآن حکیم کے مطابق ان کے مابین درج ذیل گفتگو ہوئی۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ ﴾ (البقرہ : ۲۴۸)

"کیا آپ نے اُس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا' اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے بادشاہی دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے تو اس نے جواب دیا : زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔ ابراہیمؑ نے

کہا کہ اچھا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے' تُو اسے مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر وہ منکرِ حق ششدر رہ گیا۔"

آگ کا گلزار بننا

دعوتِ توحید کی پاداش میں نمرود نے اور آپ کی مشرک قوم نے آپ کو آگ کے بہت بڑے الاؤ میں ڈال دیا لیکن قادر مطلق اللہ نے اپنے عبد موحد پر آنچ تک نہ آنے دی اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بنا دیا۔

﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ ﴾ (الانبیاء : ۶۹)

"ہم نے کہا : اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر۔"

دعوتِ توحید میں استقامت

ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے اپنے آپ کو اندھی تقلید کی آہنی زنجیروں میں یوں جکڑ دیا تھا کہ انہوں نے عقل و دانش کے تمام تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر دیا' مگر آپ آخر دم تک کہتے رہے :

﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ○ ﴾

(الزخرف : ۲۶'۲۷)

"میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں' بجز اس کے جس نے مجھے پیدا فرمایا' بے شک وہی میری رہنمائی کرے گا۔"

اپنی اولاد کو وصیّت

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نہ صرف خود عقیدۂ توحید پر ایمان لائے' بلکہ اپنی آنے والی نسل کو بھی تاکید کی کہ خبردار! اس راہ حق سے بھٹک نہ جانا۔ اپنا رشتۂ عبودیت اپنے رب کریم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پختہ اور مستحکم رکھنا۔

﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف : ۲۸)

"اور آپ نے اسی کلمۂ توحید کو (اپنی اولاد میں) پیچھے چھوڑا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔"

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ

الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ○ ﴾ (البقرۃ : ۱۳۲)

"اور ابراہیمؑ نے اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند کرلیا ہے' سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کا خراج تحسین

اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب بندے کی تعریف قرآن میں اس طرح فرمائی :

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ ﴾

(النحل : ۱۲۰تا۱۲۲)

"بلاشبہ ابراہیم ایک مرد کامل تھا' اللہ تعالیٰ کا مطیع تھا' یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا اور وہ (بالکل) مشرکوں میں سے نہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی (پیہم نعمتوں) کے لئے (ہر لحہ) اس کا شکر گزار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف اس کی راہنمائی کی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھی ہر طرح کی بھلائی مرحمت فرمائی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہو گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی داعیانہ اور مجاہدانہ کردار ہے جس کی وجہ سے آپ زندہ و تابندہ ہیں اور دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت' عیسائیت اور اسلام آج بھی ان کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کے اسوۂ حسنہ کو امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ قرار دیا ہے۔

حواشی

۱) وہ نو مقامات درج ذیل ہیں : (i) الانعام : ۷۶ تا ۸۴' (ii) مریم : ۴۱ تا ۴۸' (iii) الانبیاء : ۵۰ تا ۷۰' (vi) الشعراء : ۶۹ تا ۸۴' (v) العنکبوت : ۱۶ تا ۱۸' (vi) العنکبوت : ۲۴۔۲۵' (vii) الصافات : ۸۵' (viii) الصافات ۸۸ تا ۹۹' (ix) الزخرف : ۲۶ تا ۲۸۔

۲) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی' قصص القرآن' مکتبہ مدنیہ' لاہور' جلد اول' ص ۱۵۵

(باقی صفحہ ۴۰ پر)